JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 01, Jul – Dec 2022

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

معاشی اور معاشرتی استحکام میں سوشل ورک کی اہمیت، سیرتِ مبارکہ کے سماجی و رفاہی پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ

The Importance of Social Work in Economic and Social Stability An analytical study of Social and welfare Aspects of Seerah

Mr. Faisal ur Rehman*
Visiting Lecturer & PHD Research Scholar International Islamic University Islamabad
Dr. Muhammad Usman Khalid**
PHD Islamic Studies UET Lahore Pakistan

ABSTRACT

Almost all the Prophets have the common practice of sharing other's sorrows and participating in public welfare services. They Prophets, apart from being messenger, were great social workers. They shored up suffering humanity through their words and practices. The Prophet Muhammad PBUH was undoubtedly the greatest social worker in the history of human beings. Arab society which Prophet addressed in the first place was badly hit by poverty and destitution. With a great number of high morals, the plundering was highly normalized in that society. Economic decline was so deep in the society that poor people formed their unions and organizations to survive. The Prophet PBUH entirely transformed such an oppressed Arab society through his perfect leadership.A preacher of religion and an active social worker seem to be going side by side in the blessed life of Prophet PBUH. With a great strategy, he created a unique environment in Madina, its surroundings and across the Arab peninsula; legitimate recommendations are being encouraged, kindness towards vulnerable and abolition of slavery are being promoted, boarding schools are being established along with expanding the education. Not only the temporary needs of people are being fulfilled but also the permanent business is being set up enabling them to stand on their own feet in future. Unemployment is being eliminated from the society by setting up small business with minimum capital. People came with their needs and returned back with embracing Islam. In this thesis we will attempt to view what sort of guidance we can take from Seerah regarding social work. What were the moods and ways of Prophet's social services? How he helped others? How much inspired his companions were from this aspect of Prophet's life? How these frequent reflections of social works impacted the society in economic and social stability? How crucial the social services are both individually and collectively in establishing a social welfare state? This article tries to find out the answers to all such questions.

Keywords: *economic stability, social stability, social work, society, Seerah, welfare state.*

CC BY

تمہید

سوسائٹی کا جو مشترکہ حق انسان کے ذمے ہے اسے ادا کرنے کی لگن اور کوشش سوشل ورک یا سماجی خدمت کہلاتی ہے۔ تاریخِ انسانی میں حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی بھی دوسرا سماجی خدمت گزار نہیں گزرا۔ انبیاء کرامؑ داعی ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین سوشل ورکر بھی ہوا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہونے، اپنے قول وفعل اور متحرک عملی زندگی کی وجہ سے دکھی انسانیت کا بہترین سہارا ہوا کرتے تھے۔ سماجی خدمت گزاری ہی کا نتیجہ تھا کہ دعوت گراس روٹ لیول سے شروع ہو کر معاشرے کے بقیہ طبقات میں بھی رفتہ رفتہ جڑیں پکڑ لیا کرتی تھی۔ جنابِ نبی کریم ﷺ بھی بہت بڑے سوشل ورکر اور سماجی خدمت گزار تھے۔ آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں داعی دین اور ایک متحرک سماجی خدمت گزار ہونے کی شان ساتھ ساتھ چلتے ہوئی دکھائی دیتے ہیں۔ حیاتِ مبارکہ میں سوشل ورک کے گوناگوں مظاہر نے نہ صرف بے ربط معاشرتی اکائیوں کو آپس میں جوڑنے اور قریب لانے میں کردار ادا کیا بلکہ معاشی استحکام کے لیے بھی بہترین راہیں ہموار کیں۔

معاشی اور معاشرتی پہلوؤں سے جاہلی عرب پر ایک نظر

حضور نبی کریم ﷺ نے عرب معاشرے میں دعوتِ دین کے لیے سوشل ورک اور سماجی خدمت گزاری کو کس طرح ایک کامیاب ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ اس وقت کے عرب سماج، ان کی معاشی اور معاشرتی حالت پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کس طرح آپ ﷺ نے کمال تدبر اور بے پناہ حکمت عملی سے غربت اور افلاس کے مارے دوسروں کے دست نگر سماج کی نہ صرف معیشت کو اپنے قدموں پر کھڑا کر دیا بلکہ رفاہ اور فلاحِ عامہ کے گوناں گوں منصوبوں کے ذریعے لوگوں کو ایک دوسرے اور خود اپنے ساتھ بہت زیادہ مانوس بھی کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خدمتِ خلق کے ذریعے جب محبت لوگوں کے دلوں میں جڑیں پکڑ گئی تو وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔

زمانہ جاہلیت کا عرب سماج

عرب سماج جس سے پہلے پہل جنابِ نبی کریم ﷺ کو واسطہ ہوا وہ کوئی ترقی یافتہ سماج نہ تھا۔ وہ سیاسی، سماجی اور معاشی اعتبار سے ایک غیر مستحکم اور مرکزیت سے محروم معاشرہ تھا۔ بعض اچھے اوصاف اور اعلیٰ اقدار کے باوجود وہ اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار معاشرہ تھا۔ ڈاکٹر جواد علی کے الفاظ میں: وہ کام کاج میں مگن رہنے کی بجائے فارغ رہتے، فقر اور افلاس کا دور دورہ تھا، عقل اور سوچ کا استعمال بہت محدود تھا[1]، وہاں طوائف الملوکی اور لوٹ مار عام تھی۔ ہر ہر قبیلے کی اپنی اپنی حکومت تھی۔ پورا معاشرہ آزاد اور غلام، امیر اور فقیر، کمزور اور طاقتور جیسے بے شمار طبقات میں بٹا ہوا تھا، بھوکوں اور پیٹ بھروں میں کشمکش اپنے عروج پر تھی۔ غربت اور افلاس کے ہاتھوں ستائے کمزوروں کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ وہ ظلم کرتے رہنے کو دنیا میں اپنی بقا کا ذریعہ سمجھتے تھے، ان کی زندگی جاہلی شاعر زہیر بن ابی سلمی کے اس شعر کی عملی تصویر تھی، اس کا کہنا تھا:

ومن لم یذد عن حوضه بسلاحه   یُهدّم ومن لا یظلم النّاس یُظلم[2]

کہ جو کوئی اپنے ہتھیاروں سے اپنے حوض کی حفاظت نہ کر سکے تو اسے منہدم کر دیا جاتا ہے اور جو دوسروں پر ظلم نہیں کرتا وہ تیار رہے ایک دن خود اس پر ظلم کیا جائے گا۔

عربوں کے ہاں اپنے قبیلے کو دوسروں سے برتر اور دوسروں کو کم تر سمجھنے کا چلن عام تھا، قریشِ مکہ اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھنے کی وجہ سے مناسکِ حج کی ادائیگی کے لیے مزدلفہ سے آگے نہ جاتے تھے، صحیح بخاری میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں تفصیلی روایت مروی ہے جس میں قریشِ مکہ کی اس طبقاتی تقسیم کی مذمت کی گئی ہے[3]، جب کہ قرآنِ کریم نے بڑے واضح الفاظ میں سب کو ایک ہی طرح سے وقوف کی تاکید کرتے ہوئے اس طبقاتی تقسیم کے خاتمے کا اعلان فرمایا ہے[4]۔

عربوں کی معاشی حالت

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل کا عرب معاشرہ غربت اور افلاس کا ستایا ہوا معاشرہ تھا، وہاں فقر وفاقہ عام تھا، وہ لوٹ مار کے عادی تھے، معاشی بدحالی کا یہ حال تھا کہ چوک چوراہوں سے لے کر بادشاہوں کے درباروں تک میں فقراء اور منگتوں کا ایک رش سا لگا ہوا تھا، نہ صرف یہ کہ وہ انفرادی طور پر بھیک مانگا کرتے تھے بلکہ ان کی انتہائی منظم اور مستحکم یونینز بنی ہوئی تھیں، صعالیک الشعراء کے نام سے جاہلی ادب کی پوری ایک تاریخ ہے، ان فقراء یونینز کے کئی ایک نامی گرامی شعراء گزرے ہیں، شنفری، تابط شرا، سلیک بن سلکۃ، قیس بن الحدادیۃ، وغیرہ کا شمار انہی صعالیک یونینز میں ہوتا تھا، عروۃ بن الورد شعراء میں ایک معروف نام ہے جسے ایک یونین کا صدر اور منتظم اعلیٰ ہونے کا شرف حاصل تھا، اگرچہ عروہ کے اس یونین کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ فقر اور کسمپرسی نہ تھی لیکن وہ ان کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر جواد علیؒ نے اپنی کتاب المفصل میں اس موضوع پر عمدہ تفصیلات مہیا کی ہیں[5]۔

فقر اور افلاس کے نتیجے میں قائم ہونے والی فقراء یونینز اس بات کا بھی ثبوت تھیں کہ وہاں روزگار کے مواقع نہ ہونے کے برابر تھے۔ فقر اور افلاس کے ستائے ہوئے معاشروں میں جب روزگار کے مواقع بھی معدوم ہو جائیں تو لوٹ مار اور ظلم وجور کے بازار گرم ہو جایا کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو بعثت کے فوراً بعد سے ہی جن چیلنجز کا سامنا درپیش تھا ان میں لوگوں سے ایک اکیلے اَن دیکھے خدا پر ایمان لانا ہی نہیں بلکہ سیاسی طور پر خلفشار، معاشی عدمِ استحکام اور معاشرتی طور پر شکست وریخت کے شکار تاریکیوں میں ڈوبے تنزل اور انحطاط کی طرف سرگرداں معاشرے کو اپنے قدموں پر کھڑا کرتے ہوئے امن اور اطمینان سے لبریز وحی اور الٰہی تعلیمات کی روشنی میں خدا کے سامنے سربسجود کرنا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نبوت ملنے سے پہلے بطور سماجی خدمت گزار

حضور نبی کریم ﷺ شانِ نبوت اور داعی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے سماجی خدمت گزار بھی تھے، نبوت ملنے سے پہلے ہی آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں بطورِ سوشل ورکر معروف ہو چکے تھے، یہی وجہ ہے کہ پہلی وحی کے بعد جب آپ بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوئے اور جان تک چلے جانے کا گمان ہونے لگا، غارِ حرا سے اتر کر ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے، صحیح بخاری میں تفصیلی روایت موجود ہے کہ جنابِ نبی کریم ﷺ نے اپنی تفصیلی کیفیت کا تذکرہ اپنی غم گسار اہلیہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کیا کہ: مجھے تو جان جانے کا خدشہ ہو رہا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر آپ کی تسلی کے لیے جن الفاظ کا انتخاب فرمایا، آپ کے جن نمایاں اوصاف کا تذکرہ کر کے آپ کا حوصلہ بڑھایا، ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے بھی سماجی خدمت گزاری آپ ﷺ کے نمایاں اوصاف میں سے شمار کی جاتی تھی۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں تسلی دی: **كَلَّا، أَبْشِرْ فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، فَوَاللَّهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ**[6]، یعنی: جیسا آپ سوچ رہے

ہیں ویسے ہر گز نہیں ہو گا، آپ مطمئن ہو جایئے! ایسا نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تنہا چھوڑ دیں؛ اس لیے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے اور ان کا سہارا بنتے ہیں، بے روزگاروں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان کا اکرام کرتے ہیں اور ہر مصیبت اور پریشانی میں آپ لوگوں کے معاون اور مددگار ہوتے ہیں۔

یعنی ان اوصاف کی حامل شخصیت کو اللہ رب العزت تن تنہا کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ اس روایت سے جہاں ایک طرف جناب نبی کریم ﷺ کا سماجی خدمت گزار اور سوشل ورکر ہونا سمجھ میں آرہا ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے فلاحِ عامہ کے کام کرنے سے اللہ رب العزت جہاں دلی سکون اور اطمینان نصیب فرماتے ہیں وہیں ایسے لوگوں کو کبھی بھی ضائع نہیں ہونے دیتے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف بذاتِ خود بلکہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی سماجی خدمت گزاری کے انہی اوصاف کے ساتھ متصف کر دیا تھا۔ صحیح بخاری میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفصیلی روایت موجود ہے جس میں عرب سردار ابن الدغنہ نے تقریباً انہی اوصاف کے ساتھ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بھی ڈھارس بندھائی تھی جب آپؓ مشرکینِ مکہ کی ایذاؤں سے تنگ آکر مکہ چھوڑ کر جارہے تھے تاکہ اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں، ابن الدغنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمانے لگے کہ:

إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، فَإِنَّكَ تَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ، وَ أَنَا لَكَ جَارٌ، فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ[7]

مطلب آپ جیسی ہستی کو نہ تو دیس نکالا دینا مناسب ہے اور نہ آپ کو ہی مکہ چھوڑ کر جانا چاہیئے؛ اس لیے کہ آپ بے روزگار اور مفلسی کا شکار لوگوں کو کما کر کھلاتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، یتیم اور بے سہاروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کا اکرام کرتے ہیں اور ہر حادثے اور مصیبت میں لوگوں کے بہترین معاون ہوتے ہیں، آج سے آپ میری جوار میں ہیں چلیں واپس لوٹ چلیں اور اپنے دیس میں پروردگار کی عبادت کریں۔

نہ صرف یہ کہ ابن الدغنہ نے آپؓ کو ان الفاظ سے حوصلہ دیا بلکہ واپسی پر مشرکینِ مکہ کے سامنے بھی آپؓ کے انہی رفاہی اور فلاحی اوصاف کا تذکرہ کر کے مشرکین کو عار دلائی کہ ان اوصاف کی حامل شخصیت پر ظلم وستم کیوں کر ڈھایا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نبوت ملنے کے بعد

ہم نے دیکھا کہ جناب نبی کریم ﷺ نبوت ملنے سے پہلے بھی نہ صرف ایک سماجی خدمت گزار تھے بلکہ سماجی خدمت گزاری اور دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونا آپ کا پہلا تعارف اور بڑی پہچان تھی، رسول اللہ ﷺ نے جود وسخا اور دوسروں کے کام آنے میں ایسا روشن اسوہ اپنایا اور ایسی لازوال مثالیں قائم کیں جن کے سامنے حاتم طائی کی سخاوت اور رحم دلی بھی ماند پڑ گئی، بارِ نبوت کے ساتھ ہی جب دعوتِ دین اور سی بہت سی نئی اور بڑی بڑی ذمہ داریاں آپؐ کے مبارک کندھوں پر آئیں تو آپؐ نے اپنی سماجی خدمت گزاری کے وصف اور اس کے دائرہ کار کو بھی پہلے سے بہت زیادہ بڑھا دیا تھا، آپؐ نے سماجی خدمت گزاری کے اپنے اس وصف کو نہ صرف مکی بلکہ مدنی دور میں بھی دعوتِ دین کے لیے ایک مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔

جنابِ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ اگر کسی صاحب کا انتقال ہو جاتا تو نمازِ جنازہ کے وقت پوچھا کرتے تھے کہ ان کے ذمہ کسی کو کوئی قرض تو نہیں ہے؟ اگر قرض ہوتا اور ترکہ وغیرہ میں سے ادائیگی کی کوئی صورت بھی ہوتی تو نمازِ جنازہ ادا فرمادیتے اور اگر قرض ادائیگی کی کوئی بھی صورت نہ بن پڑتی تو ارشاد ہوتا کہ: "صلّوا علی صاحبکم[8]" یعنی خود ہی اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ ادا کرلیں! ایک موقع پر

قرض ادائیگی کی کوئی صورت نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے حسبِ معمول جب فرمایا کہ: **"صلّوا علی صاحبکم"** تو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے قرض اپنے ذمہ لیتے ہوئے درخواست کی کہ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ آپ نمازِ جنازہ ادا فرمادیجیے اور میت کا قرض میرے ذمہ ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ ادا فرمادی[9]۔ ایک دوسرے موقع پر جنابِ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اپنا یہ معمول تبدیل فرمالیا بلکہ ایسے مقروض اور ضرورت مند لوگوں کے قرض مستقل اپنے ذمے لیتے ہوئے اعلان فرمایا کہ:

> **"أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ**[10]
>
> "یعنی میں اہلِ ایمان کی ان کی اپنی ذات سے بھی زیادہ حق دار ہوں سو جس کسی مؤمن کا انتقال اس حال میں ہوا کہ اس کے ذمہ کچھ قرض تھا تو وہ میرے ذمہ ہے اور جس کسی نے مال چھوڑا وہ اس کے ورثہ کو ملے گا۔

ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا:"**أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَمَالُهُ لِمَوَالِي الْعَصَبَةِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا فَأَنَا وَلِيُّهُ، فَلِأُدْعَى لَهُ**[11]"یعنی مال تو ورثہ کو ہی ملے گا لیکن اگر مقروض یا عیال دار تھا تو ان کا سب کا ولی میں ہوں مجھ ہی سے مطالبہ کیا جائے۔

تقریباً ایک ہی جیسا سیاق رکھنے والی ان مختلف روایات میں جنابِ نبی کریم ﷺ کا سماجی خدمت گزار ہونا بہت نکھر کر ہمارے سامنے آجاتا ہے، آپؐ نے مقروضوں کے قرض اور عیال دار لوگوں کی کفالت اپنے ذمہ لے کر نظمِ حکومت میں اپنے بعد آنے والے خلفاء کے لیے بالکل واضح الفاظ میں یہ اعلان فرمادیا تھا کہ اسلام کا نظامِ حکومت ایک ویلفیئر بیسڈ نظامِ حکومت ہوگا جس میں اپنی رعایا کے مال جان عزت وآبرو کا تحفظ، امن وانصاف کی فراہمی، دشمن سے دفاع اور عیال دار ضرورت مند افراد کی کفالت ریاست کے ذمہ ہوگی، یہی وجہ ہے کہ جنابِ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ اور حضرات خلفاء راشدین نے اپنے اپنے زمانے میں رفاہِ عامہ اور سماجی خدمت گزاری کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا، جس کی وجہ وجہ سے معاشرہ سماجی اور معاشی استحکام کی معراج اور انتہائی بلندیوں تک پہنچا، انہی مبارک اوصاف کے گوناگوں مظاہر ہمیں سیرتِ مبارکہ میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

سماجی خدمت گزاری اور معاشرتی استحکام میں آپ ﷺ کا منہج

لوگوں کی فلاح وبہبود، ان کے کام آنے اور سماجی خدمت گزاری میں آپ ﷺ کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کی مختلف طرح کی وقتی ضروریات بھی پوری فرمایا کرتے تھے اور بے روزگاروں کو مستقل روزگار فراہم کرکے اپنے قدموں پر کھڑا کیا کرتے تھے تاکہ دوسروں سے مانگنے کی بجائے خود کفیل ہوسکیں۔ پھر اپنے پاس ہوتا تو عطا فرمادیتے، نہ ہوتا تو کسی سے قرض لے کر عطا فرمادیتے، یہ بھی ممکن نہ ہوتا تو کسی سے سفارش فرمادیتے، کہہ سن کر ضرورت مند کا کام نکلوادیتے، کچھ بھی ممکن نہ ہوتا تو کم از کم اس کے لیے دعا ضرور فرماتے تھے، صرف دعا پر اکتفاء کی ضرورت بہت کم پیش آتی تھی عام طور پر پہلے تین آپشنز سے ہی کام ہو جایا کرتا تھا۔ دوسروں کی خیر خواہی اور تعاون کے لیے اگر ضرورت ہوتی تو خود چل کر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے، اچھی سفارش کے ذریعے سے دوسروں کے کام آنا بھی آپ ﷺ کی مستقل سنتِ مبارکہ تھی۔

سیرتِ مبارکہ میں سماجی خدمت گزاری کے گوناگوں مظاہر

حضور نبی کریم ﷺ کی محنت اور سماجی فلاح وبہبود کے لیے آپ کی کاوشوں میں بہت زیادہ تنوع تھا۔ آپ سماج اور معاشرے کی دکھتی رگوں کی نہ صرف نشاندہی کرکے صحابہ کرامؓ کو اس طرف متوجہ کرتے بلکہ خود عملی طور پر خیر کے ہر ہر معاملے میں پیش پیش رہتے،

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "اللہ تعالیٰ کو لوگوں میں سے سب سے محبوب وہ شخص ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو، اور اللہ کی نظر میں سب سے پسندیدہ عمل وہ خوشی اور سکون ہے کہ جس کے کسی مسلمان کے دل میں اترنے کا ذریعہ آپ بنے ہوں، اس کی کسی تکلیف کو دور کرکے، یا اس کے قرض کو ادا کرکے، یا بھوک مٹا کر، میں اپنے کسی بھائی کی مدد کے لیے اس کے ساتھ جاؤں یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے کہ میں اپنی اس مسجد میں مہینہ بھر اعتکاف کروں[12]"۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے معاشرے اور اس کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے کمال حکمت سے رفاہِ عامہ کے لیے ہر سماجی ضرورت کی بہترین نشاندہی کی تھی، آپ نے مدینہ منورہ، اس کے مضافات اور پورے جزیرہ نمائے عرب میں یہ ماحول بنا دیا تھا کہ جس کسی کو کسی بھی قسم کی کوئی بھی ضرورت ہوتی وہ جاہلی سماج کے دستورِ حیات کے مطابق لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی بجائے مسجدِ نبوی میں بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتا اور اپنی حاجت سے آگاہ کیا کرتا تھا۔ کوئی سواری کے لیے اونٹ لینے آرہا ہے، کسی کے پاس قرض چکانے کی رقم نہیں وہ ادا کی جارہی ہے، قربانی کے لیے جانور مہیا کیے جارہے ہیں، مہمانوں کے لیے اکرام کا ماحول بنایا جارہا ہے، جائز سفارش کرنے کو رواج دیا جارہا ہے، کمزوروں کے ساتھ رحم دلی اور غلامی کے خاتمے کا ماحول بنایا جارہا ہے، تعلیم عام کرنے کے ساتھ ساتھ اقامتی درسگاہیں قائم کی جارہی ہیں، لوگوں کی وقتی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں چھوٹے چھوٹے روزگار دے کر مستقل اپنے قدموں پر کھڑا کیا جارہا ہے تاکہ بھیک مانگنے کی بجائے خود کفیل ہو سکیں، کم سرمائے سے ایک مناسب روزگار فراہم کرکے معاشرے سے بے روزگاری کا خاتمہ کیا جارہا ہے۔ رفاہِ عامہ کے کاموں میں دلچسپی اور مسلسل سماجی خدمت گزاری کا ہی نتیجہ تھا کہ لوٹ مار کے عادی معاشرے میں کمزور اور نادار طبقات کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ درگاہِ رسالت پر حاضری سے کھانا اور رہائش ملنے کے ساتھ ساتھ ہماری جملہ ضروریات کی بھی کفالت ہوگی۔ لوگ اپنی ضرورتیں لے کر حاضر ہوتے اور پورے پورے قبائل اسلام قبول کرکے واپس لوٹا کرتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ مختلف طریقوں سے لوگوں کے کام آیا کرتے تھے۔ کبھی لوگوں کی وقتی ضروریات کو پورا فرماتے اور کبھی کسی مناسب روزگار کی طرف متوجہ فرمادیتے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فقر اور افلاس کے خاتمے کے لیے لوگوں کو مستقل روزگار کی طرف متوجہ کیا ہے۔ پاس ہوتا تو خود تعاون فرماتے، بعض دفعہ قرض لے کر سہارا بنتے، بعض دفعہ حضرات صحابہ کرامؓ کو عمومی طور پر اس خیر کی طرف متوجہ فرمادیتے، کبھی کسی خاص صحابیؓ سے سفارش کر دیتے، کچھ بھی نہ ہو سکتا تو دعا ضرور فرماتے تھے۔ ذیل میں جنابِ نبی کریم ﷺ کی سماجی خدمت گزاری کے چیدہ چیدہ چند مظاہر ذکر کیے جارہے ہیں۔

1. عامۃ الناس کو رفاہِ عامہ کی طرف متوجہ کرنے کی وجہ سے قبیلہ بنو غفار کا قبولِ اسلام

پیغمبرِ اسلامؐ کے بارے میں سماجی خدمت گزار ہونے کے عمومی تاثر کی وجہ سے اگر مدینہ منورہ یا اس کے مضافات میں کسی مسلمان یا غیر مسلم کو کوئی بھی مصیبت یا مشکل پیش آتی تو وہ مسجدِ نبوی میں جنابِ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا جہاں اس کی بات سنی جاتی، کھانے پینے اور رہائش تک کا انتظام کیا جاتا تھا، لوگ بغیر اسلام قبول کرنے کی نیت سے حاضر ہوتے اور آپؐ کے طرزِ عمل اور خدمت گزاری کے وصف سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرکے واپس لوٹا کرتے تھے۔

حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو غفار سے تھے، قبیلہ والوں کے اسلام قبول کرنے واقعہ خود نقل فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ ہمارے ہاں بارشیں کم ہوئیں اور قحط کی کیفیت بن گئی، ہم نے آپس میں مشورہ کیا جناب نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں جہاں سے کھانے پینے کا انتظام ہو سکتا ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نکلے تو سہی لیکن اسلام قبول کرنے کی نیت نہیں تھی۔ جب خدمتِ اقدس میں پہنچے تو آپ نے ہمارے بارے میں پوچھا کہ کون لوگ ہیں؟ ہم نے بتایا کہ قبیلہ غفار سے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ مسلمان ہو یا غیر مسلم؟ ہم نے بتایا کہ مسلمان نہیں بلکہ غیر مسلم ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم دن بھر ٹھہرے رہے جب رات ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ: تم میں سے ہر ایک ان میں سے ایک ایک کو اپنے ساتھ لے جائے، میں اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے حصے میں آیا چنانچہ آپؐ نے مجھے ساتھ لیا اور گھر چل دیے، آپؐ کے پاس کل آٹھ بکریاں تھیں، خادمہ ایک ایک بکری کا دودھ مجھے پیش کرتی جاتیں اور ہر پیالے کے بعد مجھے یوں لگتا جیسے میں نے کچھ پیا ہی نہیں حتی کہ میں نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا آخری بکری بھی میں نے لحاظ کرتے ہوئے چھوڑ دی، خادمہ کو مجھ پر بہت غصہ تھا لیکن جنابِ نبی کریم ﷺ نے بالکل بھی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ خادمہ کو میرے لیے بستر لگانے اور آرام کا انتظام کرنے کو کہا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دودھ زیادہ پی لیا تھا اس لیے رات بھر میرا پیٹ خراب رہا حتی کہ کپڑے بھی خراب ہو گئے، جب جنابِ نبی کریم ﷺ میری طبیعت کی خرابی کو محسوس کیا تو پانی منگوا کر بذاتِ خود میری پاکی کا انتظام کیا اور اپنے پاس سے ایک چادر بطورِ ازار مجھے عنایت فرمائی۔ جب صبح ہوئی تو مجھے اپنے ہمراہ لیے مسجد تشریف لے گئے، مسجد پہنچتے ہی میں نے دیکھا کہ میرے تمام دوست اسلام قبول کر چکے تھے میں نے بھی اس موقع پر اسلام قبول کر لیا[13]۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف جنابِ نبی کریم ﷺ بلکہ آپ کے جاں نثار حضرات صحابہ کرامؓ بھی خدمتِ خلق جیسی عالی صفات سے متصف تھے، وہ بھوکے پیاسوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے رہنے کے لیے چھت مہیا کرتے تھے وہ مشکل وقت میں لوگوں کا سہارا بنا کرتے تھے، ان کا بے مثل عمل چلتی پھرتی دعوت تھا جس سے متاثر ہو کر پورے کے پورے قبیلے مسلمان ہو جایا کرتے تھے۔

2. فقراء کے لیے مناسب سے سرمائے سے مستقل روزگار کا انتظام

ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو پہلے پہل جس سماج سے واسطہ ہوا وہ غربت اور افلاس سے گھرا ہوا سماج تھا۔ بھیک مانگنا ایک پیشے کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ فقراء کی بہت منظم یونینز بنی ہوئی تھیں، کوئی چوک چوراہا اور بازار فقراء سے خالی نظر نہیں آتا تھا۔ اور اس کو معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام لا چکنے کے بعد بھی کئی ایک عیال دار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور نبی کریم ﷺ سے مختلف ضروریات میں سوال کرنا مروی ہے، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے تین مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا، آپ نے ہر بار مجھے عطا فرمایا[14]، آپ ﷺ نے لوگوں کو تجارت اور محنت مزدوری کی طرف متوجہ کیا، مالداروں کو صدقات وخیرات اور تنگدستوں کو خودداری کی تعلیم دی، آپ نے اوپر والے ہاتھ کو نیچے والے سے افضل قرار دیا، یہی وجہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا عزت اور شرافت کی علامت قرار پایا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے برسرِ منبر لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دیتے ہوئے سوال کرنے سے بچنے کی تعلیم دی، آپ کا فرمان تھا کہ: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والے ہاتھ سے مراد خرچ کرنے والا اور نیچے والے سے مراد مانگنے والا[15]۔

تجارت اور محنت مزدوری کی ترغیب کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے لوگوں کو ان کے محدود اور معمول سے سرمائے کے ساتھ بھی اپنے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی ترغیب دی، بعض دفعہ تو ایسے بھی ہوا کہ کوئی صاحب مدد اور تعاون حاصل کرنے کے لیے آئے لیکن آپ ﷺ نے انہیں انہی کے سرمائے سے مستقل روزگار کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اپنے قدموں پر کھڑا کر دیا۔

سنن ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے کہ: انصار میں سے ایک صاحب جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی کسی حاجت اور ضرورت کے لیے حاضر ہوئے، وہ سائل بن کر آئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ: "گھر میں کچھ ہے؟"، انہوں نے جواب دیا کہ ایک ٹاٹ اور پیالہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لے آؤ۔ جب وہ لے آئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام میں اعلان کیا کہ یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟ ایک صاحب فرمانے لگے کہ میں ایک درھم میں خرید لوں گا، آپ ﷺ نے پھر اعلان کیا اور دو درھم میں وہ سامان فروخت کر دیا۔ وہ درھم مالک کو دیتے ہوئے فرمایا کہ مارکیٹ چلے جاؤ اور ایک درھم کی اشیاء خورد و نوش خرید کر گھر والوں کو دو اور دوسرے درھم سے کلہاڑی کا پھالہ خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، جب وہ پھالہ لے آئے تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ شفقت سے اس میں دستہ نصب کیا اور ان صاحب سے فرمایا کہ: "یہ لے جایئے، لکڑیاں کاٹ کر بازار میں فروخت کیجیے اور پندرہ دن تک آپ مجھے نظر نہ آئیں"، وہ صاحب چلے گئے، لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچنا شروع کر دیں، ایک دن وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور انہوں نے دس درھم کمار کھے تھے، جن سے انہوں نے کچھ کپڑے اور کھانے پینے کا سامان خرید لیا تھا۔ جب آپ ﷺ کو ان کی اس حالت کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ: "یہ حالت آپ کے لیے زیادہ بہتر ہے بنسبت اس کے کہ کل قیامت کے دن آپ اس حال میں حاضر ہوں کہ مانگنے کی وجہ سے آپ کے چہرے پر ایک نکتہ اور نشان لگا ہوا ہو[16]"۔

ضرورت مندوں کی وقتی ضروریات پورا کرنے کا اہتمام

حضور نبی کریم ﷺ نے جس طرح لوگوں کو مستقل روزگار کی طرف متوجہ کیا تاکہ فقراء اور بے سہارا لوگ اپنے سہارے زندگی جینا سیکھ سکیں اور معاشرے سے بے روزگاری کا خاتمہ ہو اسی طرح لوگوں کی وقتی ضروریات کو پورا کرنے پر بھی بھرپور توجہ عنائیت فرمائی۔

1. کفارہ ادا کرنے کے لیے کھجوریں مہیا کرنا

ایک صحابی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے کہ یارسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ازراہِ شفقت پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو ہلاک کر دیا ہے؟ وہ فرمانے لگے کہ رمضان میں روزے کی حالت میں اپنی اہلیہ سے خلوت اختیار کر لی ہے۔ جنابِ نبی کریم ﷺ نے یکے بعد دیگرے ایک غلام آزاد کرنے، دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کا ارشاد فرمایا۔ لیکن استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے ان صاحب نے انکار فرما دیا کہ ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کر سکتا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ کوئی صاحب کھجوروں سے بھرا ایک ٹوکرا لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان صحابی سے فرمایا کہ یہ ٹوکرا لے جاؤ اور اللہ کی راہ میں صدقہ کر دو۔ وہ صاحب یہ سن کر فرمانے لگے کہ "مدینہ میں مجھ سے زیادہ بھی کوئی فقیر ہے۔؟ کیا ان دو پہاڑوں کے درمیان ہمارے گھر سے زیادہ محتاج گھرانہ بھی کسی نے دیکھا ہے؟ ان صاحب کا یہ جواب سن کر حضور نبی کریم ﷺ اتنے مسکرائے کہ دانتوں کی کچلیاں مبارک ظاہر ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے ان صاحب سے فرمایا کہ اچھا جاؤ اور اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو[17]۔

2. سفر کے لیے سواری مہیا کرنا

جنابِ نبی کریم ﷺ سماجی خدمت گزاری میں بہترین حکمتِ عملی اپناتے ہوئے ایسا ماحول بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ جب کسی کو سفر کے لیے سواری تک کی ضرورت ہوتی وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا آپ دل لگی بھی فرماتے اور ایسے ضرورت مندوں کی ضرورت

بھی پوری فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک صاحب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ: یارسول اللہ مجھے سواری چاہیے! آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ: ہم آپ کو اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا!؟ ارشاد فرمایا کہ: ہر اونٹ کسی نہ کسی اونٹنی کا ہی بچہ ہوتا ہے[18]۔ گویا دل لگی بھی فرما رہے ہیں اور ضرورت بھی پوری کی جا رہی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مطالبے پر آپؐ کو کئی سواریاں مہیا کیں، جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تو آپؐ نے کسی وجہ سے قسم اٹھالی کہ نہیں دوں گا لیکن بعد میں جنابِ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف جانور مہیا کیے بلکہ اپنی قسم کا کفارہ بھی ادا کیا[19]۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا جب آپ کے زمانہ خلافت میں ایک مسافر اور اجنبی آدمی نے آکر آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے کسی وجہ سے نہ دینے کی قسم اٹھالی لیکن بعد میں سواری بھی مہیا کی اور اپنی قسم کا کفارہ بھی ادا کیا[20]۔ ان مختلف واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام رعایا حتیٰ کہ مسافروں تک کو اس بات کا یقین تھا کہ مسجدِ نبوی اور دربارِ خلافت سے ہماری ضروریات بھی پوری ہوں گی اور سفر کے لیے سواری بھی مل جائے گی۔

3. روزمرہ ضروریات کے لیے عام رعایا کو اناج و غلہ مہیا کرنا

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام رعایا اپنی روزمرہ ضروریات اور بارگاہِ رسالت سے اناج غلے کا حصول اپنا حق سمجھتے تھے جس کے وصول کرنے کے لیے بعض دفعہ وہ شدت اور سخت رویہ بھی اختیار کرتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مسجد میں جنابِ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے، آپ ﷺ گھر تشریف لے جانے کے لیے مجلس سے اٹھے، ابھی مسجد کے درمیان میں ہی پہنچے تھے کہ ایک دیہاتی آپؐ کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ: اے محمد! مجھے میرے ان دو اونٹوں پر غلہ لاد کر دیں؛ اس لیے کہ غلہ آپ اپنے ذاتی یا آباء و اجداد کے مال سے نہیں دیتے، یہ کہنے کے ساتھ ساتھ اس نے جنابِ نبی کریم ﷺ کی مبارک کملی سے پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بخدا جب تک مجھے چھوڑ نہ دو غلہ نہیں دوں گا، پھر آپ ﷺ نے ایک صاحب کو فرمایا کہ ان کے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دو[21]۔

سماجی خدمت گزاری کے لیے سفارش اور تعلقات کا مثبت استعمال

قرآنِ کریم اور ذخیرہ احادیث میں اچھی اور جائز سفارش کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ''یعنی جو شخص اچھی سفارش کرے تو اس کو اس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا اور جو بری سفارش کرے اس کو اس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جنابِ نبی کریم ﷺ بھی مختلف معاملات میں اپنے تعلقات کا مثبت استعمال فرماتے اور اچھی سفارش کے ذریعے خلقِ خدا کے کام آیا کرتے تھے، چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

1. خاوند سے علیحدگی پر حضرت بریرہؓ سے سفارش

حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی اور خادمہ تھیں جنہیں بعد میں آپؐ نے آزاد فرما دیا تھا، حالتِ غلامی میں حضرت بریرۃؓ ایک صحابی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، حضرت بریرۃؓ کو آزاد ہونے کے بعد شرعی طور پر یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے خاوند حضرت مغیثؓ سے حالتِ غلامی میں کیے گئے نکاح کو برقرار رکھیں یا ختم کر دیں چنانچہ حضرت بریرۃؓ

نے آزاد ہونے کے بعد اعلان فرمادیا کہ اب سے مغیث میرے شوہر نہیں ہیں۔ حضرت مغیثؓ کو جب اس کا علم ہوا تو بہت پریشان ہوئے، آپؓ راستے بازاروں میں ایسے روتے پھرتے تھے کہ آنسو آپ کی رخساروں پر جاری ہوتے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بریرہؓ سے میری صلح کروا دے، کوئی میری سفارش ہی کر دے! ایک دن جنابِ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت مغیثؓ نے یہی درخواست کی کہ بریرہؓ سے میری سفارش ہی فرمادیجیے! حضور نبی کریم ﷺ نے کمالِ شفقت سے حضرت بریرہؓ کو بلا کر پوچھا کہ کیا آپ نے مغیث سے علیحدگی اختیار کرلی ہے؟ جب حضرت بریرہؓ نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ انہیں اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی سفارش کرتے ہوئے دوبارہ حضرت مغیثؓ کے عقد میں جانے کو فرمایا، اس پر حضرت بریرہؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! یہ آپ کا مشورہ ہے یا حکم ارشاد فرمارہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: مشورہ ہے۔ حضرت بریرہؓ نے فرمایا کہ: اگر حکم ہے تو سر آنکھوں پر لیکن اگر آپ مشورۃ فرمارہے ہیں تو یہ مشورہ مجھے منظور نہیں ہے[22]۔

2. سواری کا جانور مہیا کرنے کے لیے سفارش

حضرت ابو مسعود انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب جنابِ نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے کہ میری سواری ہلاک ہوگئی ہے؛ لہذا مجھے سواری کے لیے جانور مہیا فرمادیجیے! جنابِ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: سواری میں دینے کے لیے میرے پاس توفی الحال کوئی جانور نہیں ہے البتہ فلاں صاحب کے پاس چلے جاؤ! چنانچہ وہ صاحب آپ ﷺ کی بتائی ہوئی جگہ پہنچے، پوری بات بتائی اور سواری کا انتظام ہوگیا، سواری ملنے کے بعد گویا اظہارِ تشکر کے لیے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کام ہو جانے کی خبر دی، اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے وہ مشہور جملہ ارشاد فرمایا کہ: جو کوئی کسی بھلائی کا راستہ دکھائے گا اسے بھی نیکی کرنے والے جتنا ہی اجر ملے گا[23]۔

3. جہاد پر جاتے نوجوان کے لیے سامانِ سفر کی سفارش

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ: میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس زادِ راہ اور سامانِ سفر نہیں ہے! حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: فلاں صاحب کے پاس جاؤ انہوں نے جہاد پر جانے کی ساری تیاری کر رکھی تھی لیکن پھر بیمار ہوگئے۔ چنانچہ وہ صاحب مقررہ جگہ پہنچے اور ان صاحب سے کہا کہ: اللہ کے پیارے حبیب ﷺ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ جہاد پر جانے کے لیے جو سامانِ سفر آپ نے تیار کر رکھا ہے وہ مجھے دے دیں! یہ سننا تھا کہ ان صاحب نے اپنے اہلِ خانہ سے تمام کا تمام سامانِ سفر آنے والے کے حوالے کرنے کا حکم دیا اور گھر والوں سے فرمایا کہ: سامان میں سے کوئی چیز بھی گھر نہیں رہنی چاہیے، اللہ کی قسم اس سامان میں سے کوئی چیز بھی اگر گھر رہ گئی تو وہ بے برکت ہوگی[24]۔

رسول اللہ ﷺ کی سماجی خدمت گزاری کے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں پر اثرات

جنابِ نبی کریم ﷺ کی سماجی خدمت گزاری کے ان گونا گوں مظاہر اور دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے نے آپؐ کی رعایا اور حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں ایک انمول سا احساس اور مثبت انقلاب برپا کر دیا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سماجی سرگرمیاں حضرات صحابہ کرامؓ کے لیے بہترین عملی دعوت تھیں جنہیں ان قدسی صفات نے گویا بڑی خوبصورتی سی اپنے اندر سمو لیا تھا۔ اس سماج کے گراس روٹ لیول تک یہ فکر سرایت کرچکی تھی حقیقی کامیابی تو اخری کامیابی ہی ہے اور بامقصد کامیاب زندگی تو وہی ہے جو دوسروں

کے لیے جی جائے۔ اگر پاس ہو تا تو راہِ خدا میں خرچ کرتے نہ ہو تا تو محنت مزدوری تک کر کے خرچ کیا کرتے تھے۔ اپنے پسندیدہ ترین مال و متاع کو راہِ خدا میں قربان کیا کرتے اور اسے اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ ان کے مالداروں میں سخاوت اور فراخدلی جب کہ فقراء میں خود داری اور عزتِ نفس عام تھی۔ وہ علم و ہنر کے دلدادہ تھے اور سیکھنے سکھانے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والے تھے۔ خود غرضی میں مگن اپنی ذات سے باہر نہ نکلنے والا سماج دوسروں کے لیے جینے پر فخر محسوس کرنے لگا تھا۔ پورا معاشرہ گویا ایک ہی کنبہ اور خاندان تھا، وہ ایک جسم کی مانند ہو چکے تھے کہ جب اس کے کسی ایک حصے کو تکلیف پہنچتی تو پورا بدن درد محسوس کرتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سماجی خدمت گزاری کے ہر اس وصف کو اپنے اندر سمو لیا تھا جس کی ہلکی سی جھلک بھی جنابِ نبی کریم ﷺ کے اسوہ میں انہیں دکھائی دی۔ ذیل میں مختلف پہلوؤں سے صحابہ کرامؓ کی اثر انگیزی کی چند ایک مثالیں ذکر کی جارہی ہیں۔

1. انفاق فی سبیل اللہ کی تڑپ

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے پیارے صحابہ کرام کے دلوں میں انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ ایسے بھر دیا تھا کہ انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں لذت محسوس ہوتی تھی، ان کی راحت اور سکون کا سامان انفاق فی سبیل اللہ تھا۔ اس میں مرد و خواتین سبھی شریک تھے۔ سربراہِ حکومت اپنے رعایا اور رعایا اپنے مثالی حکمران پر جان تک نثار کر دینا اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔ وہ محبت بیسڈ سوسائٹی تھی، اس میں باہمی تعلقات کی بنیاد صرف ایک اکائی پر تھی، اور وہ تھی باہمی محبت اور دوسروں کے ساتھ خیر خواہی۔ باہمی محبت اور دوسروں کے لیے خیر خواہی کے بے پناہ جذبات کو معاشرے کی گراس روٹ لیول تک بھر دینے میں آپ ﷺ کے رویوں اور عمل کا بڑا دخل تھا۔ جنابِ نبی کریم ﷺ نے قولی دعوت سے بڑھ کر عملی دعوت کے ذریعہ اپنے سماج کے ایک عام آدمی تک کے دل میں راہِ خدا میں خرچ کرنے کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھر دیے تھے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اپنی سخاوت کی وجہ سے بہت معروف تھے جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سعد بن الربیعؓ اور حضرت ابو طلحہ انصاریؓ۔ بعض صحابہ کرامؓ ایسے تھے کہ سخاوت اور فیاضی گویا ان کے ناموں کا لازمی حصہ بن چکی تھی، عشرہ مبشرہ میں سے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو امت کے لیے ان کی خیر خواہی، سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے طلحہ الجود، طلحہ الفیاض اور طلحہ الخیر جیسے القابات سے پکارا جاتا تھا۔ یہ حضرات صحابہ کرامؓ اگرچہ نسبتاً مالدار اور اغنیاء تھے اور اپنے رتبے کے مطابق راہِ خدا میں مال لوٹایا کرتے تھے، لیکن اس سماج میں جسے جنابِ نبی کریم ﷺ نے اپنی شبانہ روز محنتوں سے تشکیل دیا تھا، عیال دار اور نسبتاً کم مالدار صحابہ کرامؓ بھی خیر کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، محنت مزدوری تک کر کے اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا کرتے تھے۔

ایک انصاری صحابی تھے حضرت ابو عقیل حثحاث یا حبحابؓ جو بعد میں ابو عقیل صاحب الصاع کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ ایک عیال دار صحابی تھے۔ ذرائع آمدن ایسے تھے کہ روز مرہ کا گزر بسر بھی بمشکل ہی ہوتا تھا۔ ایک موقع پر جنابِ نبی کریم ﷺ نے راہِ خدا میں خرچ کرنے اور صدقہ کی ترغیب دی جس کے نتیجے میں صحابہ کرامؓ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق حصہ ڈالنے لگے۔ حضرت ابو عقیلؓ نے بھی اعلان سنا وہ بھی اس خیر میں حصہ دار بننا چاہتے تھے لیکن خرچ کرنے کے لیے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ حضرت ابو عقیل کے صاحبزادے اپنے والد کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ: انہیں خیال ہوا کہ کیوں نہ محنت مزدوری کر کے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا شوق پورا کیا جائے؛ چنانچہ وہ رات بھر اپنے پیٹھ پر ڈول کھینچ کھینچ کر باغ کو پانی لگاتے رہے جس کے نتیجے میں اجرت کے طور پر انہیں دو صاع کھجوریں ملیں، انہوں نے

ایک صاع اپنے گھر والوں کے حوالے کیا تاکہ بال بچے اپنا پیٹ پال سکیں اور دوسرا صاع لے کر جنابِ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ سنایا، آپ ﷺ نے کھجوروں کے اس قیمتی صاع کو مالِ صدقہ میں رکھ دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ منافقین نے اس صدقہ کو تھوڑا سمجھتے ہوئے حضرت ابو عقیلؓ کا مزاق اڑایا کہ اتنے سے مال سے اللہ کا تقرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے جس پر اللہ رب العزت نے یہ آیتِ مبارکہ نازل کی: "جو (ذی استطاعت) مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو (بے چارے غریب صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے (اور تھوڑی سی کمائی میں سے خرچ بھی کرتے) ہیں ان پر جو (منافق) طعن کرتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ خدا ان پر ہنستا ہے اور ان کے لیے تکلیف دینے والا عذاب (تیار) ہے[25]"[26]۔

2. ایثار، خودداری اور عزتِ نفس

حضور نبی کریم ﷺ نے معاشرے کی ہر سطح پر ایثار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ اس سماج کا امیر ایثار کرنے والا اور غریب خودداری اور عزتِ نفس سے مالا مال تھا۔ جذبہ ایثار میں وہ قرآنِ کریم کی اس آیتِ مبارکہ کا مصداق تھے کہ: "**وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ**[27]"، ان کی خودداری اور عزتِ نفس کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: "**لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا**[28]"۔ ایثار اور خودداری کا خوبصورت امتزاج ہمیں ہجرت کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور سعد بن الربیع رضی اللہ عنہما کے مؤاخات والے واقعہ میں نظر آتا ہے، جب جنابِ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں حضرات کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا، امام بخاریؒ کے الفاظ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نقل فرما رہے ہیں کہ:

> حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پیشکش کی کہ وہ ان کے لیے اپنے مال کے دو حصے کر دیتے ہیں جن میں ایک حصہ وہ لے لیں اور ایک ان کے لیے رہنے دیں اور ان کی جس اہلیہ سے چاہیں شادی کر لیں؛ اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کے شکریہ کے ساتھ اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس کی بجائے مجھے بازار کا راستہ دکھا دیں، وہ دن بھر محنت مزدوری کرتے رہے اور شام کو پنیر کا ایک ٹکڑا اور کچھ گھی اجرت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، کچھ ہی دن گزرے تھے کہ آپ نے محنت مزدوری کر کے اتنی دولت کما لی تھی کہ ایک خاتون سے شادی کر لی اور مہر میں کچھ سونا بھی ادا کیا[29]۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سہولت اور آسانی کے ساتھ ملنے والی دولت پر اپنی عزتِ نفس اور محنت مشقت والی کمائی کو ترجیح دی؛ اس لیے کہ آپ ﷺ کے قائم کردہ سماج میں اگر مالدار میں ایثار تھا تو کسمپرسی کا شکار حضرات خودداری اور عزتِ نفس کا استعارہ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ایسے ہی اقدامات تھے جن کے نتیجے میں دولت معاشرے میں ایک اعتدال اور توازن کے ساتھ گردش کرنے لگی تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی سماجی خدمت گزاری کے معاشی اور معاشرتی اثرات

سماجی خدمت گزاری کے ان گوناگوں مظاہر نے عرب معاشرے اور مدینہ منورہ میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست کی معاشرت، معیشت اور رہن سہن پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے تھے، دوسروں کی عزتِ نفس اور وقار کو مجروح کیے بغیر ان کا سہارا بننے نے

معاشرے میں ایثار اور تعاون کی ایک نئی روح پھونک دی تھی، آپ ﷺ کے سوشل ورک اور سماجی خدمت گزاری نے جن مثبت معاشرتی اثرات کو جنم دیا وہ درج ذیل ہیں:

1. لوگوں کو اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے مانوسیت پیدا ہوئی بالآخر جوق درجوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔
2. دوسروں کا دست نگر بنے رہنے کی بجائے خود کفالت، خود انحصاری اور کام کرنے کی لگن پروان چڑھی جس سے معیشت مستحکم ہوئی۔
3. جفاکشی اور رزقِ حلال کے لیے محنت کو عظمت ملی۔
4. معاشی طور پر خود انحصار، خودداری اور عزتِ نفس سے لبریز معاشرہ وجود میں آیا۔
5. مفلسی اور فقر کے باوجود خرچ کرنے اور دوسروں کے لیے جینے کے جذبات پروان چڑھے۔
6. قناعت پسندی پروان چڑھی اور معاشرے سے فقر وافلاس کا خاتمہ ہوا۔
7. ایثار اور اخوت، دوسروں سے ہمدردی کے جذبات پروان چڑھے۔
8. بھیک مانگنے اور فقیر بن کر زندگی گزارنے کو برا سمجھا جانے لگا۔
9. قناعت، خود انحصاری کی وجہ سے لوٹ مار اور ڈاکہ زنی ختم ہوئی جس کی وجہ سے معاشرہ میں امن وامان اور سیاسی استحکام پروان چڑھا۔
10. امن وامان کے پروان چڑھنے سے تعلیم و تعلم اور سیکھنے سکھانے کو فروغ ملا۔

خاتمہ اور نتائج بحث

پیغمبرِ اسلام جناب نبی کریم ﷺ کو پہلے پہل جس سماج اور معاشرے سے سامنا ہوا وہ سیاسی، سماجی، تہذیبی، معاشی اور معاشرتی اعتبار سے تنزل اور انحطاط کا شکار معاشرہ تھا۔ وہ راہِ خدا کو فراموش کر چکنے والے بھٹکے ہوئے انسانوں کا ایک گلہ تھا جنہیں خدا شناس کر کے راہِ راست پر لانا جنابِ نبی کریم ﷺ کی اولین ذمہ داری تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف ٹولیوں میں بٹے، پورے عرب میں بکھرے چھوٹے بڑے قبائل کو مرکزیت کی لڑی میں پرونے اور نئی تہذیب اور تمدن کی طرح ڈالتے ہوئے پورے جزیرہ نمائے عرب کو سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی استحکام سے روشناس کرانے کے لیے جس پہلو پر شبانہ روز بہت اہتمام کے ساتھ محنت کی وہ سوشل ورک اور سماجی خدمت گزاری تھی۔ رفاہِ عامہ کے لیے آپ ﷺ کی سماجی خدمت گزاری کی گوناگوں سرگرمیاں عربوں کو دین اور خدا کے قریب لانے میں بہت زیادہ کارگر اور تیر بہدف ثابت ہوئیں۔

لوگوں میں گھلے ملے رہنے اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونے کی وجہ سے ہر عام وخاص اپنے مال جان اور آل اولاد سے بھی بڑھ کر آپؐ کی ذاتِ گرامی سے انس محسوس کرنے لگا، معاشرے کے کمزور اور پسے ہوئے طبقات میں جنابِ نبی کریم ﷺ سے مانوسیت اور محبت کا گراف دوسرے طبقات سے بہت زیادہ تھا، اسی مانوسیت اور محبت نے لوگوں کو بڑے بے تکلفانہ ماحول میں قرآن وسنت کی تعلیمات سیکھنے اور دین کے قریب آنے کا موقع فراہم کیا۔ دینی امور میں رفاہِ عامہ کو اہمیت دینے کا ہی نتیجہ ہے کہ نہ صرف مکی اور مدنی ادوار بلکہ نبوت ملنے سے پہلے بھی سوشل ورک اور سماجی خدمت گزاری کی سرگرمیاں رسول اللہ ﷺ کے اولین تعارف کے طور پر ہمارے سامنے آئیں۔ رسول اللہ ﷺ سماجی خدمت گزاری کے اس وصف سے لوگوں کے دلوں کو جیتا اور پھر ان دلوں کو توحید اور ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت کے مراکز میں تبدیل فرمادیا۔

جنابِ نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے کر کے دکھایا اور گزشتہ صفحات سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی دعوت جو اپنی بنیادوں میں رفاہِ عامہ اور دوسروں کے لیے جینے جیسے جذبات رکھتی ہو، کوئی بھی پیغام جو سماجی خدمت گزاری اور سوشل ورک کو اپنا دستور العمل بنائے؛ اس دعوت اور پیغام کے پھیلنے میں کوئی بھی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، ایسی دعوت بہت جلد سماج میں اپنی جڑیں پکڑ کر مضبوط تناور درخت بن جایا کرتی ہے، معاشرے کے گراس روٹ لیول سے لے کر اعلیٰ طبقات تک ہر کوئی اس سے بلاواسطہ یا بالواسطہ ضرور متاثر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ باوجود امام الانبیاء ہونے کے تاریخِ انسانی کے سب سے بڑے سماجی خدمت گزار تھے؛ آپؐ کے کام اور پیغام کی تاثیر اور پائیداری میں دیگر بہت سے عوامل کے ساتھ ساتھ سوشل ورک اور آپؐ کی سماجی خدمت گزاری کے اوصاف کو بڑا عمل دخل تھا؛ حیاتِ مبارکہ میں سوشل ورک کے اسی نمایاں وصف نے ٹکڑوں میں بٹے عرب سماج کو نہ صرف وحدت کی لڑی میں پرو کر مرکزیت سے بہرہ ور کیا بلکہ انہیں معاشی طور پر خوش حال اور اپنے قدموں پر کھڑا کر دیا، آج بھی سماجی خدمت گزاری کو کسی بھی دعوت اور معاشرت کی روح بنا کر اس دعوت کی تاثیر اور پائیداری میں سالوں صدیوں کا اضافہ کیا جاسکتا ہے جب کہ عدمِ استحکام اور نفرتوں کے شکار معاشروں کو باہمی محبت اور الفت کی لڑی میں پرو کر خود اپنے قدموں کھڑا کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] ۔ڈاکٹر جواد علی،المفصل في تاريخ العرب، الفصل التاسع والأربعون الحياة اليومية،(دار الساقی،۱۴۲۲ھ)،۲:۲۵۵۔

Dr Jawad Ali, *Al Mufassal fi Tarikh al Arab Qabal al Islam*, (Dar al Saqi, 1422), 255:2.

[2] ۔الزوزنی، حسین بن احمد،شرح المعلقات السبع،(بیروت:دار احیاء التراث العربی،۱۴۲۳ھ)،۱:۱۵۱۔

Hussain bin Ahmad al Zowzni, *Sharah al Mulliqat al Saba*, (Beirut: Dar Ihya al Turath al Arabi, 1423), 151:1.

[3] ۔البخاری، محمد بن اسماعیل،**الجامع الصحیح**،(ریاض:دار السلام،۱۴۱۹ھ)،الرقم:۴۵۲۰۔

Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Juʿfī, *al-Jaami' al-Sahih al-Musnad al-Mukhtasar min Umuri Rasooli-llahi wa sunanihi wa Ayyaamihi*, (Riyadh: Dar Al Salam for publication and distribution, 1419), Ḥadīth #: 4520.

[4] ۔البقرۃ۲:۱۹۹۔

Al-Baqarah, 199:2.

[5] ۔ڈاکٹر جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب،۷:۴۱۲۔

Dr Jawad Ali, *Al Mufassal fi Tarikh al Arab*, 412:7.

[6] ۔البخاری،**الجامع الصحیح**،الرقم:۴۹۵۳۔

Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Juʿfī, *Sahīh al-Bukhārī*, Ḥadīth, #: 4953.

7۔البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:۲۲۹۸۔

Ibid, Ḥadīth, #: 2298.

8۔البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:۲۲۸۹۔

Ibid, Ḥadīth, #: 2289.

9۔البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:۲۲۸۹۔

Ibid, Ḥadīth, #: 2289.

10۔البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:۵۳۷۱۔

Ibid, Ḥadīth, #: 5371.

11۔البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:۶۷۴۵۔

Ibid, Ḥadīth, #: 6745.

12۔الطبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الأوسط، (قاہرہ: دار الحرمین، س۔ن)، الرقم:۶۰۲۶۔

Abū al-Qāsim Sulaymān ibn Aḥmad al-Ṭabarānī, *Al-Mu'jam al-Awsat* (Qahira: Dar al Harmain, n.d.), Ḥadīth, #: 6026.

13۔الحربی، ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق، إکرام الضیف، (طنطا: مکتبہ الصحابہ، ۱۴۰۷ھ)، الرقم:۷۴۔

Abu Ishaq Ibrahim bin Ishaq al Harbi, *Ikram al Zaif*, (Tanta: Maktaba al Sahabah, 1407), Ḥadīth, #: 74.

14۔مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، (ریاض: دار السلام، ۱۴۲۱ھ)، الرقم:۱۰۳۵۔

Abū al-Ḥasan 'Asākir ad-Dīn Muslim ibn al-Ḥajjāj ibn Muslim ibn Ward ibn Kawshān al-Qushayrī an-Naysābūrī, *Al-Musnadu Al-Sahihu al-Mukhtasar bi Naklil Adli Anil Adli Ila Rasooli-llahi*, (Riyadh: Dar Al Salam for publication and distribution, 1421), Ḥadīth, #: 1035.

15۔مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، الرقم:۱۰۳۳۔

Ibid, Ḥadīth, #: 1033.

16۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، **السنن** (ریاض: دارالسلام، 1998ء)، الرقم: ۱۶۴۱۔

Abū Dā'ūd Sulaymān ibn al-Ash'ath ibn Isḥāq al-Azdī al-Sijistānī, *Sunan Abī Dāwūd*, (Riyadh,: Dar Al Salam for publication and distribution, 1998), Ḥadīth, #: 1641.

17۔البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم:۱۹۳۶۔

Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Juʿfī, *Sahīh al-Bukhārī*, Ḥadīth, #: 1936.

18۔ابوداؤد،، **السنن**، الرقم: ۴۹۹۸۔

Abū Dā'ūd Sulaymān ibn al-Ash'ath ibn Isḥāq al-Azdī al-Sijistānī, *Sunan Abī Dāwūd*, Ḥadīth, #: 4998.

19۔البیہقی، احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ)، الرقم:۱۹۸۴۴، ۱۹۸۴۲۔

Ahmed bin Al Hussein bin Ali bin Musa al-Khorasani, Abu Bakr al-Bayhaqi, *Al Sunan al Kubra*, (Beirut: Dar al Kutub al Eilmia, 1424), Ḥadīth, #: 19842, 19844.

20ـ البیہقی،السنن الکبری،الرقم:۱۹۹۷۹۔

Ibid, Ḥadīth, #: 19979.

21 ـ البیہقی،احمد بن الحسین بن علی،الآداب،(بیروت:مؤسستہ الکتب الثقافیہ،۱۴۰۸ھ)،الرقم:۱۴۰۔

Ahmed bin Al Hussein bin Ali bin Musa al-Khorasani, Abu Bakr al-Bayhaqi, *Al Adaab*, (Beirut: Moussisat ul Kutab al Saqafiah, 1408), Ḥadīth, #: 140.

22 ـ البخاری،الجامع الصحیح،الرقم:۵۲۸۳۔

Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Juʿfī, *Sahīh al-Bukhārī*, Ḥadīth, #: 5283.

23ـ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم،الرقم:۱۸۹۳۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj ibn Muslim ibn Ward, *Sahih Muslim*, Ḥadīth, #: 1893.

24 ـ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم،الرقم:۱۸۹۴۔

Ibid, Ḥadīth, #: 1894.

25ـ التوبہ:۹:۷۹۔

At-Taubah, 79:9.

26ـ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم،الرقم:۱۰۱۸۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj ibn Muslim ibn Ward, *Sahih Muslim*, Ḥadīth, #: 1018.

27ـ الحشر۵۹:۰۹۔

Al-Hashr, 09:59.

28ـ البقرۃ۲:۲۷۳۔

Al-Baqarah, 273:2.

29ـ البخاری،الجامع الصحیح،الرقم:۳۹۳۷۔

h al-Bukhārī, al-Juʿfī, *Sahī*, Ḥadīth, #: 3937.